۵ لفٹینی کی مشکلیں

کرنل محمد خان

پیش درس

طنز و مزاح کو تخلیقی ادب میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اُردو نظم و نثر کی مختلف اصناف میں طنز و مزاح کے عمدہ نمونے پائے جاتے ہیں۔ طنز نگار معاشرے کی اصلاح کی غرض سے زندگی کی بوالعجبی، تضادات اور سماجی برائیوں کو طنز کا نشانہ بناتا ہے۔ طنز اور مزاح میں بڑا لطیف فرق پایا جاتا ہے۔ مزاح میں عام طور پر تنقید یا دل آزاری کا کوئی پہلو نہیں ہوتا لیکن ہنسی سماج کو نامناسب حرکات سے روکنے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اکثر مزاح نگار کا اپنی ذات پر ہنسنا ان لوگوں کے لیے طنز ثابت ہوتا ہے جو انھی حالات کا شکار ہیں۔ ادب میں طنز و مزاح دلچسپی اور تفریحِ طبع تک محدود نہیں ہے۔ زبان کا تخلیقی استعمال ظریفانہ ادب کی ایک اہم خوبی ہے۔ مسرت و بصیرت، ناہمواریوں کا احساس اور نامطابقت کا شعور فکاہیہ ادب کے مطالعے کا حاصل ہے۔ رتن ناتھ سرشار، ملا رموزی، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، مرزا فرحت اللہ بیگ، کنہیا لال کپور، فکر تونسوی، عظیم بیگ چغتائی، شوکت تھانوی، مشتاق احمد یوسفی، ابنِ انشا، کرنل محمد خان اور مجتبیٰ حسین اُردو کے چند مشہور طنز و مزاح نگار ہیں۔

سرکاری ملازمت کے ہر شعبے میں تربیت و تنظیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ فوج میں ملازمت کی تربیت و تنظیم تو دیگر تمام شعبوں کی تربیت سے مشکل مگر ناگزیر سمجھی جاتی ہے۔ انگریزوں کے زمانے میں یہ تربیت خاص انگریز حکومت کے فوجی اُصولوں کی پابند تھی۔ واضح رہنا چاہیے کہ مزاح کو سننے یا پڑھنے میں اس کا فوری ردِّعمل ہنسی قہقہے کی صورت میں ظاہر ہو جاتا ہے لیکن ظرافت فکاہیات کا ایسا تصور ہے جو کسی متن کا حصہ ہو تو پڑھنے والے کو پہلے اس پر کسی قدر غور کرنا پڑتا ہے پھر اس کے معنی کھلتے ہیں تو ہنسی قہقہہ اس کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ ظرافت بھرے جملوں کا اثر دیرپا ہوتا ہے یعنی اس سے وہی لطف و سرور حاصل ہوتا ہے جو انشائیے کے مطالعے سے مخصوص ہے۔ اسی لیے طنز و مزاح سے ادب میں ظرافت کی مثالیں کمیاب ہیں۔ البتہ کرنل محمد خان کی تحریروں میں اس کا رنگ جگہ جگہ موجود ہے مثلاً ذیل کے سبق میں ایسے متعدد جملے، خیالات اور اقوال ملیں گے جن سے مصنف ظرافت نگار کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ مصنف کرنل محمد خان نے جہاں تربیت حاصل کی، اس سبق کے متن میں اسے ہلکے پھلکے مزاح لیکن گہری فکری ظرافت کے اسلوب میں بیان کیا ہے۔ یہ خیال کہ ملک میں ہر طرف امن و امان تھا مگر ایک طالب علم جنگ میں کودنے پر تل گیا۔ اس جملے میں اپنی تردید آپ ہی نظر آتی ہے یعنی امن و امان اور جنگ میں کودنے کا تضاد یہاں محض تضاد نہیں، ایسی صورت حال ہے کہ دوسری بات تو ناقابلِ قبول ہے مگر اسے قبول کرنا مجبوری ہے۔ یہ خیال امن و امان پر طنز ہی ہے۔

جان پہچان

کرنل محمد خان ۵/اگست ۱۹۱۰ء کو ضلع چکوال کے قصبہ بلکسر (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کا آغاز چکوال سے کیا۔ انھوں نے ۱۹۳۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے اقتصادیات میں ایم.اے. کی ڈگری حاصل کی۔ کرنل محمد خان فوج کے شعبۂ تعلیم کے ڈائرکٹر رہے۔ نیز انھوں نے برطانوی راج میں ہندوستانی فوج میں بھی کام کیا اور دوسری جنگِ عظیم میں مشرقِ وسطیٰ اور برما کے محاذ پر بھی خدمات انجام دیں۔ کرنل محمد خان کو طالب علمی کے زمانے ہی سے تحریر و تصنیف کا شوق تھا۔ اُن کی پہلی تصنیف 'بہ جنگ آمد' ان کے زمانۂ جنگ میں گزاری ہوئی داستانِ حیات ہے۔ زیرِ نظر مضمون 'لفٹینی کی مشکلیں' اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ ان کی دیگر تصانیف 'بہ سلامت روی' اور 'بزم آرائیاں' شائع ہو چکی ہیں۔ ۲۳/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو کرنل محمد خان کا انتقال ہوا۔

جنوری ۱۹۴۰ء میں ہر چند کہ پولینڈ اور ہٹلر کے دوسرے ہمسایے جرمن بمباروں اور ٹینکوں کے درمیان ایسی پُرسکون زندگی بسر نہیں کر رہے تھے؛ تاہم باقی دنیا بہ فضلِ خدا خیریت سے تھی اور ہمارے اپنے ملک ہندوستان میں تو انگریز کی برکت سے اس شدت سے امن برپا تھا کہ شیر بکری مع جملہ ہندوستانیوں کے، ایک گھاٹ پانی پی رہے تھے۔ چنانچہ صلح و آشتی کے اس خوشگوار ماحول میں کسی کو گمان تک نہ تھا کہ عین اس وقت ملک کے ایک گوشے میں ایک اہم جنگی واقعے کی ابتدا ہو رہی ہے یعنی لاہور میں ایک نوجوان کالج چھوڑ کر جنگ میں کود پڑنے پر تُل گیا ہے...... یہ نوجوان میں ہی تھا۔

ہمیں فقط لفٹین بننے کا شوق تھا۔ چنانچہ ہم نے فوج میں کمیشن کے لیے درخواست دے دی۔

اُن دنوں ابھی وہ مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی جسے آج کل سلیکشن بورڈ کہتے ہیں۔ انٹرویو تو خیر اُن دنوں بھی ہوتے تھے، بلکہ ایک چھوڑ تین تین لیکن نہایت شریفانہ قسم کے۔ ایک بزرگ سا جرنیل، کچھ نیم بزرگ سے بریگیڈیئر اور کرنل بیٹھے ہوتے تھے۔ سامنے کرسی پر امیدوار کو بٹھا دیا جاتا تھا اور پھر اُس سے نہایت بے ضرر سے سوال پوچھے جاتے تھے:

آپ کا نام کیا ہے؟

تعلیم کہاں تک ہے؟

فوج میں کوئی رشتے دار ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ ہمارے دو انٹرویو جہلم اور پنڈی میں ہوئے اور ہم کامیاب رہے۔ آخری انٹرویو کے لیے حکم ملا کہ فلاں تاریخ کو شملہ حاضر ہو جاؤ۔ یہ سن کر ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی۔

چنانچہ ہم ایک نیم لفٹینی کے عالم میں شملہ روانہ ہوئے اور جب انٹرویو ہو چکا تو شملے سے گھر پہنچے اور لفٹینی کے حکم کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے۔ اِدھر چند عجلت پسند بزرگوں نے ہماری لفٹینی کے اعزاز میں پیشگی دعوتیں دینا شروع کر دیں جنھیں ہم واجبی برخورداری مگر افسرانہ وقار کے ساتھ قبول کرتے رہے۔ آخر ایک دن ڈاکیا کُھلا تار لے کر آیا اور دور ہی سے بولا، ''لفٹین صاحب، لفٹینی مبارک ہو۔''

لیکن تار پڑھا تو فقط اتنا لکھا تھا: ''تمھیں او.ٹی.ایس.مہو میں ٹریننگ کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ ۸/ اگست ۱۹۴۰ء کو حاضر ہو جاؤ۔''

ریل کے سفر کے لیے درجۂ اوّل کا ٹکٹ ملا۔ یہ بھی ہماری عالی جاہی کی علامت تھی۔ ٹکٹ دیکھنے والے ڈبے میں داخل ہوتے تو سَر کہہ کر خطاب کرتے۔ خدا جانے اُنھیں کیسے محسوس ہو جاتا کہ یہ عام آدمی نہیں، لفٹین ہے۔ بہر حال ہم ان سے وہی سلوک کرتے جو ایک افسر کو درمیانہ درجے کے سرکاری ملازم سے کرنا چاہیے اور اتفاق رائے اس بات پر ہوا کہ معمولی فرق ہے؛ چنانچہ رتلام اور مہو کے درمیان ہمارا مزاج عرش معلّٰی سے کچھ ہی اِدھر تھا۔

آخر مہو کا اسٹیشن آ گیا۔ توقع تھی کہ ہمارے استقبال کے لیے فوج کا دستہ آئے گا، بینڈ ہوگا، موٹریں ہوں گی جن کے ڈرائیور ہمارے لیے دروازہ کھولیں گے اور باادب باملاحظہ ہمیں اپنے بنگلوں تک پہنچا دیں گے لیکن دیکھا تو یہاں کا بندوبست کسی قدر مختلف نظر آیا۔ استقبال کے لیے آدمی تو تھے لیکن ان میں ایسی وافر آدمیت نہ تھی۔ گاڑی رُکی تو ہمارے ڈبے میں ایک گورا داخل ہوا جس کے

بازو پر تین سفید دھجیاں لگی تھیں۔ آتے ہی بولا، ''اگر اس ڈبے میں کوئی کیڈٹ ہے، تو ابھی مت باہر نکلے۔''

ہم بیٹھ تو گئے لیکن اس گورے کی زبان بے حد کُھردری لگی۔ علاوہ ازیں کیڈٹ کا لفظ سن کر کچھ تشویش سی ہوئی کہ ہم سے کوئی دھوکا تو نہیں ہو رہا۔ لفٹین تو لفٹین ہوا، یہ کیڈٹ کیا جنس ہے؟ چنانچہ ہمیں ذرا پختہ سا شبہ ہونے لگا کہ اِن انگریزوں نے لفٹینی سے وصل کی کچھ خفیہ شرطیں بھی ٹھہرا رکھی ہیں جن سے ہمیں پہلے آگاہ نہیں کیا گیا۔

جب اسٹیشن دوسرے مسافروں سے خالی ہو گیا، تو گورا پھر آیا اور اچانک چلّایا، ''سب کیڈٹ میرے سامنے قطار میں کھڑے ہو جائیں۔''

ہم نے کسی قدر حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھا اور کچھ بے دلی سے قطار بھی بنا لی۔ گورا پھر چیخا، ''دائیں سے ایک دو تین بولو۔''

ہم نے حکم کی تعمیل تو کی لیکن محسوس ہوا کہ یہ سلوک ہماری شان کے شایاں نہیں۔ آخر ہم رنگروٹ تو تھے نہیں جو قطاریں بناتے پھرتے یا گنتی شروع کر دیتے۔ بہرحال ہمیں تین ٹولیوں میں تقسیم کیا گیا اور پھر وہی گورا بولا، ''باہر تین ٹرک کھڑے ہیں، ہر ٹولی ایک ایک ٹرک میں سوار ہو جائے۔''

ہمیں یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ کچھ بھی ہو، ہمیں ٹرکوں میں لے جانا شدید غلطی بلکہ بے ادبی ہے۔ موٹر کاریں ہونا چاہیے تھیں مگر سوچا کہ اِن سے اُلجھنا ہمیں زیب نہیں دیتا، چنانچہ ہم نے قلیوں کو آواز دی کہ ہمارا سامان ٹرکوں میں ہی رکھ دیں۔ ہمارا یہ کہنا تھا کہ گورا گرج کر بولا، ''کیا کہا، قُلی؟ تم فوجی اسکول میں آئے ہو۔ ہسپتال میں نہیں۔ اپنا سامان خود اٹھاؤ، ٹرکوں میں لادو اور اوپر بیٹھ جاؤ یا کھڑے رہو۔ سمجھے؟''

سمجھ تو گئے اور ہماری خوش فہمیوں پر کچھ اوس بھی پڑی لیکن ہم سب نے حتی المقدور جلال میں آ کر اس بے ادب کو گھرے اور متفقہ غضب سے دیکھا اور کھڑے کھڑے فوجی زندگی کا پہلا فیصلہ کر ڈالا کہ جوں ہی لفٹین ہو گئے، اِس گستاخ گورے کا کورٹ مارشل کر دیں گے۔ اِس دلیرانہ فیصلے پر ہر طرف سے مرحبا کی صدا اُٹھی ... اس وقت ہم کورٹ مارشل کو مارشل لا کا قریبی رشتے دار سمجھتے تھے۔

منزلِ مقصود کی جھلک توقعات سے بہت غیر مشابہ تھی۔ ہماری جائے قیام کے خدوخال بنگلے کی نسبت جیل سے زیادہ ملتے جلتے تھے۔ ایک سنگین بلکہ سنگ دل سی بیرک تھی؛ تنگ و تاریک اور طویل جس کے اندر دیواروں کے ساتھ آہنی چارپائیاں پڑی تھیں اور چارپائیوں پر ہمارے ناموں کی تختیاں آویزاں تھیں۔ انھیں دیکھ کر ہمیں جھٹکا سا لگا۔ گورا جیسے ہمارے خوف کو بھانپ گیا اور کڑک کر بولا، ''یہ تختیاں گلے میں لٹکانے کے لیے نہیں، محض تمھاری نشستوں کے تعین کے لیے ہیں۔ اب اپنی اپنی چارپائیاں ڈھونڈ لو اور اپنا سامان وہاں اُٹھا کر لے جاؤ۔''

ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ سامان اُٹھانے اور چلنے پھرنے میں چستی دکھاؤ اور شور مت کرو۔

شام ہوئی تو کھانے کے لیے Mess میں گئے۔ یہ پہلی جگہ تھی جہاں لفٹینی کے آثار نمایاں تھے۔ ہم سب ایک افسرانہ ٹھاٹ سے ڈرائنگ روم میں صوفوں پر بیٹھ گئے۔ مؤدّب اور باوردی بیروں نے ہماری خواہش کے مطابق مشروبات پیش کیے۔ اس خوشگوار ماحول میں ہم نے اسٹیشن اور بیرک کے ناخوشگوار واقعات کو بھلا دیا اور ایک سرور کے عالم میں باہم گِٹ پِٹ کرنے لگے۔

اِتنے میں دوخوش لباس انگریز اندر داخل ہوئے۔ یہ بھی فوجی وردیاں پہنے ہوئے تھے لیکن اِن کے بازوؤں پر تین دھجّیاں نہ تھیں بلکہ کندھوں پر پیتل کے تین تین چمکتے ستارے تھے۔ یہ افسر تھے۔ اِن کی وضع قطع، بات چیت اور طور طریقوں میں شائستگی اور وقار تھا۔ اُنھیں دیکھا تو فخر سا محسوس ہوا کہ اُصولاً ہم اور یہ افسر ایک ہی لڑی کے موتی ہیں۔ آج نہیں تو کل ہمارے کندھوں پر بھی وہی جگ مگ کرتے ستارے اُبھرنے والے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ساتھ کے کمرے میں کھانے کے لیے گئے۔ انگریزی کھانے اور دیسی کھانے کے انداز میں تقریباً وہی فرق ہے جو انگریزی اور اُردو بولنے میں ہے۔ جس طرح ایک نوآموز کی زبان سے انگریزی الفاظ یا محاورے پھسل پھسل جاتے ہیں، اُسی طرح ہمارا انگریزی 'مٹر گوشت' بھی ہمارے اناڑی چھری کانٹوں کی زَد میں نہ آتا تھا۔ ادھر ہاتھوں سے کھانا خلافِ شان تھا لیکن برضا و رغبت فاقہ کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ لہٰذا جس طرح بولتے بولتے انگریزی جواب دے جائے تو اُردو پر ہاتھ یا زبان صاف کر لی جاتی ہے، اسی طرح جہاں انگریزی چھری کانٹے سے کام نہ چلتا، ہم آنکھ بچا کر اُنگلیوں ہی سے بوٹی اُچک لیتے۔ گویا انگریزی کھانا اُردو میں کھا لیتے۔ بعض حضرات البتہ ایسے بھی تھے جو لفٹینی کے احترام میں اوزاروں کی وساطت کے بغیر کوئی چیز حلق سے اُتارتے ہی نہ تھے۔ ان میں سے کئی ایک کو دیکھا کہ چھری کانٹا لیے پلیٹ میں مٹروں کا تعاقب کر رہے ہیں اور مٹر ہیں کہ اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے! قصہ مختصر اس کے کہ ان مٹروں کو کوئی گزند پہنچتا، بیرے پلیٹیں اُٹھا کر چل دیے اور لفٹین صاحبان اپنا سا منہ اور چھری کانٹا لے کر رہ گئے۔ بعض اوقات یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ بیرا جو کچھ سامنے رکھ گیا ہے، اس کے ساتھ سلوک کیا کرنا ہے۔ چنانچہ کانی آنکھ سے اُن انگریزوں کو دیکھتے اور پیچھے اُن اماموں کے چمچے اور کانٹے اُٹھا کر رکوع وسجود میں جاتے۔

کھانا ختم ہوا تو ایٹری میں آئے اور کافی کا دَور چلا لیکن تھوڑی دیر بعد دونوں انگریز کپتان اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ خوشگوار مجلس برخاست ہوگئی۔ وہاں سے اُٹھ کر بیرک میں واپس آئے تو وہی گورا سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا، ''کل صبح سات سو بجے پی.ٹی. کے میدان میں حاضر ہونا ہے۔ لباس، بنیان، نیکر اور ربر کے جوتے۔''

اور اتنا کہہ کر اکڑتا ہوا چل دیا۔ گویا یہ گورا باز نہیں آ رہا تھا۔ وہی حرکتیں کرتا تھا جو لفٹینی کے منافی تھیں۔

کسی نے پوچھا، ''ارے یار، یہ سات سو بجے کس بلا کا نام ہے؟''

ایک صاحب بولے، ''بے معنی بات ہے۔ گورا انگریزی غلط بولتا ہے۔''

ایک فوجی کیڈٹ نے آہستہ سے کہہ دیا، ''اس کے معنی ہیں صبح سات بجے۔''

دن بھر کے تھکے تھے۔ صبح تیار ہوتے ہوتے ہم میں سے کئی ایک پی.ٹی. کے لیے سات بجے سے ایک دو منٹ بعد پہنچے۔ کالج میں ہم گھنٹوں دیر سے پہنچا کرتے تھے اور اگر پروفیسر صاحب کے ماتھے پر ایک آدھ ہلکی سی شکن آ جاتی تو لمحے بھر میں بغیر استری کے ہموار بھی ہو جاتی تھی لیکن اس گورے نے جو ہمیں ذرا دیر سے آتے دیکھا تو کچھ اس انداز سے چلّایا، گویا بھونچال آ گیا۔ رہیں اس کی پیشانی کی شکنیں تو ان کی اصلاح کے لیے استری کی بجائے روڈ رولر درکار تھا۔

ہم خاموشی سے قطاروں میں کھڑے ہو گئے اور پی.ٹی. شروع ہوئی۔ پہلے تو ہمیں میدان کے اردگرد دوڑایا گیا یعنی ڈبل کرایا گیا۔ (ڈبل کے یہ معنی ہمیں پہلی دفعہ معلوم ہوئے) بعد ازاں چند ایسے زاویوں پر جھکنے کا حکم ملا جو فطرت کی منشا کے سراسر خلاف تھے۔

کوئی آدھ پون گھنٹے کی پی.ٹی. کے بعد ہم تسخیرِ فطرت میں تو کسی قدر کامیاب ہوگئے لیکن ہماری اپنی ترکیبِ عناصر میں خاصا خلل آ گیا۔

آخر پی.ٹی. ختم ہوئی اور حکم ہوا کہ ناشتے کے بعد پھر یہیں حاضر ہونا ہے اور وقت نو سو تیس بجے کا ملا۔ فوجی کیڈٹ سے معنی پوچھے تو معلوم ہوا کہ صبح کے ساڑھے نو بجے مراد ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کھلا کہ یہ گورا، کمپنی سارجنٹ میجر ہے جس کی نافرمانی ایک کیڈٹ کی عاقبت کے لیے سخت مضر ثابت ہوسکتی ہے۔

ناشتے کے بعد جب میدان میں پہنچے تو سارجنٹ میجر کو غیر حاضر پایا۔ گھڑی دیکھی تو معلوم ہوا کہ وہ غیر حاضر نہیں، ہم ہی وقت سے پہلے پہنچ گئے ہیں۔ گویا فوجی ضبط کی پہلی خوراک ہی اس قدر زود اثر نکلی۔ صحیح وقت پر سارجنٹ میجر نمودار ہوا تو اپنی فتح پر ذرا مسکرایا، لیکن فوراً منجمد ہوگیا اور ہمیں حکم دیا کہ کوارٹر ماسٹر اسٹور میں جا کر اپنے اپنے سائز کے بُوٹ لے آؤ۔

بوٹ دیکھے تو محسوس ہوا کہ پہننے کو وہ چیز دی جا رہی ہے جو گینڈوں کے پاؤں کے لیے زیادہ موزوں ہے اور جب پہن کر دو چار قدم چلنے کی کوشش کی تو یوں لگا جیسے نانگا پربت گھسیٹ رہے ہیں۔ فوجی کیڈٹ نے آہستہ سے کہہ دیا کہ ان بوٹوں کے ساتھ تو ڈبل بھی کرنا پڑے گا۔ یہ سنا تو تمام سلسلۂ قراقرم سَر پر آ پڑا۔

ڈرِل کے آغاز سے پہلے کپتان صاحب نے Turn Out یعنی یونیفارم وغیرہ کا معائنہ کیا اور معائنہ کیا کیا، گویا ہمیں خردبین کے نیچے رکھ دیا۔ ہم نے ڈرِل میں شرکت سے پہلے فوجی کیڈٹ کو بوٹ، پٹی، نمبر، بٹن، بیٹی، فلیش وغیرہ دکھا لی تھی لیکن کمپنی کمانڈر صاحب نے ہمیں دیکھتے ہی جیسے پہچان لیا اور فرمایا، ''کیڈٹ نمبر ۱۵، کالر پر ایک سفید ذرّہ Incorrectly Dressed۔ سزا: تین ایکسٹرا ڈرل۔''

اِس کے بعد ڈرل شروع ہوئی اور خوب تیزی اور تندی سے حکم ملنے لگے، ''سیدھے دیکھو۔ چھاتی باہر۔ تھوڑی اوپر بازو ہلاؤ۔ ہالٹ۔ ہِلومت، مکھی مت اُڑاؤ۔ ہنسومت'' وغیرہ وغیرہ۔

ان سب میں 'ہلومت' کے حکم پر عمل کرنا عذابِ عظیم تھا۔ سیدھے بُت بنے کھڑے ہیں کہ کان پر کھجلی محسوس ہوتی ہے۔ اب ہاتھ کو جنبش دینا جرم ہے۔ کندھا کان تک نہیں پہنچ سکتا۔ کان کا خود ہلنا منشائے فطرت نہیں اور وہاں تک ہاتھ لے جانا منشائے سارجنٹ نہیں۔ عین اُس وقت ایک مکھی ناک پر نازل ہوتی ہے۔ مکھی کو فنا کرنے کی بے پناہ خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے لیکن سارجنٹ سے آنکھ بچانا کراماً کاتبین سے آنکھ بچانا ہے۔ مکھی پر دست درازی کا خیال آتا ہے تو سارجنٹ گویا ہاتھ ہلانے کے خیال ہی کو دیکھ لیتا ہے اور اپنی غیر تعلیم یافتہ طبقے کی انگریزی میں چلّا اُٹھتا ہے، "Don't Kill No Fly" یعنی مکھی مت مارو۔ ہاتھ وہیں کا وہیں سُوکھ جاتا ہے اور مکھی نہایت اطمینان سے ناک کے نشیب و فراز کا معائنہ کرتی ہے...... ایسے اشتعال انگیز حالات میں بے حرکت کھڑے رہنا صحیح معنوں میں نفس کُشی تھی۔ اس وقت زندگی کی واحد خواہش صرف اتنی ہوتی کہ کب ڈرِل ختم ہو اور جی بھر کر ناک اور کان کُھجائیں اور بالآخر جب ڈرِل ختم ہوتی اور ہم بلا خوفِ تعزیر کانوں کو چھو سکتے اور مکھیوں کو اُڑا سکتے تو ہمیں محسوس ہوتا کہ کان کُھجانا اور مکھی اُڑانا بھی کس قدر عظیم عیاشی ہے بلکہ اِسی خوشی میں وہ آبلے بھی بھول جاتے جو اِن آہنی بوٹوں کے اندر ہی بنتے اور پھوٹتے تھے۔

ڈرل کے بعد تمام پیریڈ پڑھائی یا پستول اور مشین گن وغیرہ کی سکھلائی کے تھے۔ اگرچہ لیکچروں کے کمروں تک جانا بھی چپ راست یا ڈبل کے تابع تھا؛ تاہم کمروں کے اندر دست و پا کی حرکات پر پابندی نہ تھی مثلاً مکھی یا مچھر سے تحفظ ہمارے بس کی بات

تھی۔ اِن کی ناجائز پرواز پر ہم حسبِ ضرورت ہاتھ پاؤں ہلا سکتے تھے اور فقط اِتنی سی آزادی سے زندگی میں کیف باقی تھا۔

الغرض لفٹینی کا وہ حسین و جمیل قصر جسے ہم نے تصورات کے مؤقلم سے بنایا اور سجایا تھا، پہلے ہی روز منہدم ہوگیا اور یہ ابھی ابتدا تھی۔ جو کچھ آگے ہوا، اس کی رُوداد طویل بھی ہے اور جاں گُسل بھی۔ آخر ایک روز معلوم ہوا کہ ہم لفٹین ہو گئے ہیں!

چنانچہ ہم ذاتی تجربے کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ ؎

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

معانی و اشارات

لفٹین	– لیفٹینٹ۔ کرنل، کمانڈر یا جنرل سے فوراً بعد کا افسر (Lieutenant)	مؤقلم	– مصوّر کا برش
کیڈٹ	– زیرِ تربیت فوج یا پولس کا نوجوان (Cadet)	ایٹری	– ریستوراں، Eatery
رنگروٹ	– فوج کا نو آموز سپاہی (recruit)	جاں گُسل	– جان کو جلانے والا
		چپ راست	– اُلٹا سیدھا، بائیں دائیں، لیفٹ رائٹ

مشقی سرگرمیاں

٭ خاکے پر مبنی سرگرمیاں

۱۔ سبق سے موزوں لفظ تلاش کرکے شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

بازو	ڈبے میں داخل ہونے والا افسر	زبان

بازو	Mess میں داخل ہونے والا افسر	زبان

۲۔ سبق سے موزوں لفظ تلاش کرکے رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

استقبال کے لیے مصنف کی توقعات

۳۔ سبق سے موزوں لفظ تلاش کرکے شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

مقامات
- انٹرویو: .... / .... / ....
- ٹریننگ: ....

٭ ہدایات کے مطابق درج ذیل سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱۔ لفٹین بننے کے شوق میں مصنف کو جن مراحل سے گزرنا پڑا، ان کے بارے میں مفصل لکھیے۔

۲۔ مہو اسٹیشن پہنچنے پر خلافِ توقع پیش آنے والے واقعے کے بارے میں تفصیل سے لکھیے۔

۳۔ مصنف کے منزلِ مقصود پر پہنچنے کا منظر تحریر کیجیے۔

۴۔ Mess میں مصنف کو جو تجربہ حاصل ہوا اُسے لکھیے۔

۵۔ انگریزی کھانا کھانے کے لیے مصنف اور دیگر نوواردوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اُسے تحریر کیجیے۔

۶۔ پی.ٹی. میدان اور کالج میں تاخیر سے پہنچنے کے فرق کو تحریر کیجیے۔

۷۔ پی.ٹی. کی مشقوں کے بارے میں مصنف کے خیالات قلم بند کیجیے۔

۸۔ ناشتے کے بعد کا احوال لکھیے۔

۹۔ ڈرل سے قبل کپتان صاحب اور مصنف کا عمل تحریر کیجیے۔

۱۰۔ بوٹ دیکھنے اور پہننے کے بعد مصنف کے محسوسات بیان کیجیے۔

۱۱۔ ڈرِل کے دوران ملنے والے احکامات تحریر کیجیے۔
۱۲۔ ’ہِلومت‘ حکم کے بعد کیڈٹ کی حالت بیان کیجیے۔

٭ اسباب بیان کیجیے۔

۱۔ مصنف کا انٹرویو کو شریفانہ کہنا۔
۲۔ خوش فہمیوں پر اوس پڑنا۔
۳۔ کیڈٹ کی زندگی میں کیف کا باقی نہ رہنا۔

٭ درج ذیل جملوں کی استحسانی وضاحت کیجیے۔

۱۔ تاہم باقی دنیا بہ فضلِ خدا خیریت سے تھی۔
۲۔ استقبال کے لیے آدمی تو تھے لیکن ان میں ایسی وافر آدمیت نہ تھی۔
۳۔ اس وقت ہم کورٹ مارشل کو مارشل لا کا قریبی رشتے دار سمجھتے تھے۔
۴۔ پی.ٹی. کے بعد ہم تسخیر فطرت میں تو کسی قدر کامیاب ہوگئے لیکن ہماری اپنی ترکیب عناصر میں خاصہ خلل آ گیا۔
۵۔ ایسے اشتعال انگیز حالات میں بے حرکت کھڑے رہنا صحیح معنوں میں نفس کشی تھی۔
۶۔ چنانچہ کانی آنکھ سے اُن انگریزوں کو دیکھتے اور پیچھے اُن اماموں کے پیچھے اور کانٹے اٹھا کر رکوع وسجود میں جاتے۔

٭ ذیل میں دیے ہوئے موضوعات پر ذاتی رائے تحریر کیجیے۔

۱۔ سبق کی روشنی میں فوجی نظم وضبط۔
۲۔ سلسلۂ قراقرم کا سر پر آ پڑنا۔
۳۔ مصنف کا لفٹینن بننے کا شوق۔

٭ ہدایات کے مطابق درج ذیل قواعدی سرگرمیاں مکمل کیجیے۔

۱۔ محاوروں کو تلاش کر کے اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
۲۔ سبق میں استعمال کیے گئے انگریزی الفاظ تلاش کر کے معنی کے ساتھ لکھیے۔
۳۔ سبق میں درج فوجی اصطلاحیں جمع کر کے لکھیے۔

سرگرمی/منصوبہ :

۱۔ بری، بحری اور ہوائی فوجوں کے عہدوں کے تعلق سے معلومات حاصل کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔
۲۔ اپنے استاد کی مدد سے این.سی.سی، این.ایس.ایس اور ہوم گارڈ کے تعلق سے معلومات جمع کیجیے۔